علامہ سید عبدالحی حسنی سیمینار

خطبۂ صدارت

از

مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی

۱۶ مارچ ۱۹۹۷ء

اترپردیش اردو اکادمی، لکھنؤ

www.abulhasanalinadwi.org

مولانا حکیم سیّد عبدالحی صاحبؒ

ایک عظیم محقّق و مورّخ، اور علمی دنیا میں

ہندوستان کا شان دار اور قابلِ فخر

تعارف کرانے والی منفرد

شخصیت کی حیثیت سے

غیر جانب دارانہ

تاریخی جائزہ

اور

تقابلی مطالعہ کی روشنی میں

از

ابوالحسن علی ندوی

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرات!

والدِ مرحوم (مولانا حکیم سید عبدالحی صاحب رح ۱۲۸۶ھ ۱۸۶۹ء - ۱۳۴۱ھ ۱۹۲۳ء) کا ایک عظیم مورخ و تذکرہ نگار اور ہندوستان کا، نہ صرف عالم اسلامی، بلکہ علمی دنیا میں علمی، تصنیفی، تحقیقی اصلاحی ودعوتی، روحانی و باطنی اور علوم دینی و عقلی و لسانی میں ماہرانہ و مجتہدانہ (RADICAL) کردار ادا کرنے سے روشناس و متعارف کرنے والے مصنّف کی حیثیت سے تعارف کرانے اور اس سلسلہ میں ان کے امتیازی کردار اور کارنامہ کا تذکرہ کرنے سے پہلے مناسب بلکہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ پہلے اس کی طرف توجہ دلائی جائے کہ جہاں تک عربی زبان و لُغت اور علوم اسلامیّہ و شرعیّہ، اور بیرونِ ہند کے اسلامی مصنّفین و محقّقین کی علمی کاوشوں میں شرکت کا تعلق ہے، ہندوستان کی مرکز اسلام اور زبان عربی و علوم عربیہ و اسلامیہ سے دوری، زبان کی بیگانگی، ترکی النسل و فارسی اللسان خاندانوں کی طویل حکمرانی، اور خود ایک قدیم اور باثروت زبان اور ایک مستقل تہذیب کا گہوارہ ہونے کی وجہ سے ہندوستان کے مسلمان دانشوروں مصنفین و محققین کی علمی کاوشوں، علوم اسلامیہ ہی نہیں بلکہ (جہاں تک عربی زبان کا تعلق ہے) ادبی اور لسانی میدانوں میں بھی مجتہدانہ کردار ادا کرنے میں کسی انفرادیت (UNIQUE FEATURE) اور خلاف توقع و قیاس کامیابی اور ندرت پائی جاتی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

اس سلسلہ میں سب سے پہلے اس تاریخی اور طبعی حقیقت کا اظہار ضروری ہے کہ داعیانِ اسلام اور عربی النسل مسلمانوں کی فتوحات، جن قریب کے ملکوں میں پہنچیں وہاں کی زبان عربی ہوگئی اور ان میں جزیرۃ العرب میں (جہاں تک کتاب وسُنّت اور علوم اسلامیہ وادبیّہ سے متعارف و مانوس ہونے اور ان میدانوں میں اپنے جوہرِ ذہانت و محنت کے اظہار کا تعلق ہے) کوئی فرق نہیں رہا، قُربِ مکانی اور وحدتِ لسانی نے ان کو ایک سلک میں منسلک اور ایک مشترک دینی، لسانی، علمی و ادبی خاندان کا فرد بنا دیا۔

اس سلسلہ میں مصر و شام اور عراق کا نام لیا جاسکتا ہے، جہاں علوم اسلامیہ و ادبیہ میں صدہا کی تعداد میں ماہرینِ فن، عالم و فقیہ، ادیب و شاعر، مصنف و محقق پیدا ہوئے، ان ممالک اور سیاسی و علمی مرکزوں میں (جہاں تک ابتدائی اسلامی صدیوں کا تعلق ہے) عراق کا حصّہ سب سے زیادہ اور اس کا تفوّق و امتیاز سب سے نمایاں ہے، اس کی ایک بڑی وجہ خلافت عباسیہ کا قیام اور بغداد کا مرجع خاص و عام اور علماء و مجتہدین کا گہوارہ ہونا ہے۔ یہیں بعض عالم گیر مذاہبِ فقہیہ کے بانی و مجتہد[1] اور متعدد علوم و فنون عربیت کے واضعینِ نصاب اور علمی مراجع و مآخذ کے مصنف پیدا ہوئے جن کی فہرست طویل ہے۔

اس کے بعد مصر و شام کا نمبر آتا ہے، وہاں بھی کثیر تعداد میں ماہرینِ فن، مصنف و محقق اور عربی زبان کے ادیب و شاعر پیدا ہوئے، تاریخ و سِیَر اور مشاہیرِ فن کے موضوع پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں ان کے نام اور کارنامے دیکھے جاسکتے ہیں۔

ان قریب المکان اور مُتّحِدُ اللّسان ملکوں کے علاوہ شمالی افریقہ کی وہ پٹی ہے جو سوڈان اور لیبیا سے شروع ہوکر مراکش تک جاتی ہے اور جس میں طرابلس، تونس، الجزائر اور مراکش ہیں، یہاں کی زبان بھی عربی ہوگئی اور کثرت سے علماء اور ماہرینِ فن مصنّفین، اہلِ قلم اور ادیب و شاعر پیدا ہوئے، یہ پورا خطّہ "المغرب الأقصیٰ" کہلاتا ہے اور وہاں بھی عربی زبان اور علوم اسلامیہ کے ماہر تسلسل کے ساتھ پیدا ہوتے رہے اور وہ اسلامی کتب خانہ

---

[1] امام اعظم امام ابوحنیفہؒ اور امام احمد بن حنبلؒ مراد ہیں جن کا مستقر بغداد ہی تھا۔

www.abulhasanalinadwi.org

میں بھی اضافہ کرتے رہے۔

ان متحد اللسان ممالک کے علاوہ جن کی زبان خالص عربی ہوگئی مشرق و ایشیا کے ممالک کا وہ سلسلہ بھی ہے جن کی زبان غیر عربی (ترکی، فارسی وغیرہ) تھی، ان ممالک میں ترکستان، ایران، افغانستان اور ہندوستان کا نام لیا جاسکتا ہے، ان کے لیے علوم اسلامیہ سے (جن کا مولد و گہوارہ منبع اور سرچشمہ، حجازِ مقدس اور جزیرۃ العرب رہے ہیں) ہے، بُعدِ مکانی بھی تھا اور اختلافِ لسانی بھی، ان میں عربیۃ اللسان علوم اسلامیہ کے ماہرین، محققین، راسخین فی العلم اور عربی میں تصنیف کرنے والے علماء کا پیدا ہونا محض قدرت و تائید الٰہی کا کرشمہ اور قوت ایمانی، ذاتی محنت و کاوش اور مہارت علمی کا نتیجہ تھا۔

ان ملکوں میں سب سے پہلے ایران کا نام آتا ہے جس سے وطنی اور نسلی تعلق رکھنے والے بعض افراد کو علوم اسلامیہ و عربیہ میں امامت و اجتہاد کا درجہ حاصل ہوا اور ان کے قلم سے بعض ایسی بنیادی تصنیفات نکلیں جنھوں نے خود عالم عربی و عالم اسلام میں بُنیادی و نصابی مرتبہ حاصل کیا، مگر یہ سب وہ لوگ تھے جن کا نسلی تعلق ایران سے تھا مگر ان کا نشو و نُما بغداد میں ہوا اور وہیں ان کی ذہانت و محنت کے جوہر کھلے اور ان سے اہلِ عرب ہی نہیں بلکہ عالم اسلام کے طالبانِ علوم عربیہ نے فائدہ اٹھایا، ان میں سیبویہ[1] جیسا امام نحو بھی ہے جس کی کتاب 'الکتاب' نحو کی ایک بنیادی و نصابی کتاب اور اس علم میں سند و مرجع کی حیثیت رکھتی ہے، وہ صوبۂ فارس کے ضلع شیراز کے ایک قصبہ کا باشندہ تھا، پھر عبدالقاہر جرجانی کا نام آتا ہے جس کی کتاب 'دلائل الاعجاز' فن بلاغت میں ایک سند اور مرجع کی حیثیت رکھتی ہے' وہ بھی اصلاً جُرجان (گرگان) کا باشندہ تھا جو موجودہ ایرانی صوبہ استرآباد کا حصہ ہے، ان کے علاوہ قرآن کے دو[2] ممتاز ترین اور عالم گیر شہرت رکھنے والے مفسر ابوالقاسم جاراللہ محمود الزمخشری الخوارزمی (م ۵۳۸ھ) اور امام فخرالدین الرازی (م ۶۰۶ھ) بھی نسلاً ایرانی اور درساً و تصنیفاً بغدادی ہیں۔ ان دونوں کے علاوہ عربی کے ایسے ادیب اور اہلِ قلم پیدا ہوئے جن کا خود عرب ادباء و ناقدین نے لوہا مانا اور ان کو ادب عربی کے نصاب میں شامل کیا گیا، ان میں "کلیلہ و دِمنہ" (جو سلیس و شیریں عربی زبان

---

[1] اصل نام عمرو بن عثمان بن قنبر تھا۔

www.abulhasanalinadwi.org

کا ایک نمونہ ہے) کا مصنف عبداللہ ابن المُقَفّع اور ابوبکر الخوارزمی اور بدیع الزماں الہمدانی بھی ہیں، جن کے رسائل ادب عربی کے مؤثر اور قابل قدر نمونوں میں سمجھے جاتے ہیں۔

ایران کے بعد (جس کے فرزندوں نے مرکز عربیّت بغداد وغیرہ جا کر نام پیدا کیا) ترکستان کا نمبر آتا ہے، جس نے علوم دینیہ اور خاص طور پر حدیث وفقہ سے اپنے شغف اور ان میں مہارت ہی نہیں بلکہ امامت و پیشوائی کے وہ نمونے پیش کیے جن کو پورے عالم اسلام نے سر آنکھوں پر رکھا اور وہ دینی نصاب تعلیم کا ایسا لافانی جزء بن گئے کہ جن کو کبھی علاحدہ نہیں کیا جاسکتا اور نہ ان سے استغناء برتا جاسکتا ہے، ان میں امام محمد بن اسماعیل البخاریؒ کی الجامع الصحیح (جو صحیح بخاری کے نام سے مشہور ہے) اور علاّمہ علی بن ابی بکر الفرغانی المرغینانی (م ۵۹۳ھ) کی کتاب 'ہدایہ' ہے، جو فقہ حنفی کی بنیادی نصابی کتاب اور مرجع خواص وعوام ہے، حدیث وفقہ کے علاوہ جو (اسلام کے بنیادی علوم ہیں اور رہیں گے) ہمیں ترکستان کے دوسرے فنون میں مجتہدانہ اور ماہرانہ کتابوں کا زیادہ علم نہیں، اس کا امکان ہے کہ دوسرے موضوعات پر بھی ترکستانی علماء کی ممتاز تصنیفات ہوں، اس کے لیے مزید مطالعہ وتحقیق کی ضرورت ہے۔

اب ہم ہندوستان کی طرف آتے ہیں، یہاں بُعد مکانی اور اختلاف لسانی کے باوجود جو ان عجمی ملکوں سے بھی بڑھا ہوا ہے جن کا اوپر ذکر آیا ہے، اور وہ ایک قدیم تر تہذیب اور مستقل زبان (سنسکرت) کا مرکز بھی تھا، یہاں متعدد علوم اسلامیہ پر ایسی تصنیفات وجود میں آئیں جن کی نظیر نہ عالم عربی میں پائی جاتی ہیں نہ عالم اسلامی میں۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلے ساتویں صدی ہجری (تیرہویں صدی عیسوی) کے مشہور مصنّف، امام لغت وحدیث حسن بن محمد الصّغانی کی کتاب "العباب الزاخر"، دسویں صدی ہجری (سولہویں صدی عیسوی) کے مشہور محدّث شیخ علی بن حسام الدین المتقی برہان پوری (شیخ علی متقی گجراتی) کی کتاب "کنز العُمّال"، علاّمہ محمد طاہر پٹنی (م ۹۸۶ھ) "مجمع بحار الانوار فی غرائب التنزیل ولطائف الأخبار" اور ان کی دوسری کتاب "تذکرۃ الموضوعات" کا نام لیا جاتا ہے۔

اہلِ علم جانتے ہیں کہ علمی وفنّی اصطلاحات کی علوم میں کیا اہمیت ہے ان کے بارے میں سطحیت وکم علمی اور ان کے محلِّ استعمال سے ناواقفیت کتنے بڑے علمی وتشریحی نقصان کا

www.abulhasanalinadwi.org

موجب ہو سکتی ہے اور کسی غیر راسخ العلم کے لیے ان کی تشریح کتنا دشوار اور نازک کام ہے، جس میں ذرا سی لغزش پورے مدّعا کو نقصان پہنچا سکتی ہے، ان علمی اصطلاحات پر دو ہی کتابیں سند کا درجہ رکھتی ہیں اور اپنے مصنفین کے علمی رسوخ اور باریک بینی کا ثبوت دیتی ہیں، وہ دونوں ہندوستانی فاضلوں کی تصنیف ہیں، ایک مولانا محمد اعلیٰ تھانوی کی کتاب "کشّاف اصطلاحات الفنون" ہے، دوسری مولانا عبدالنبی احمد نگری کی "جامع العلوم" ہے جسے "دستور العلماء" کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔

پھر ایک بڑا جرأت مندانہ و حوصلہ مندانہ کام ایک ہندوستانی نژاد کے لیے عربی زبان و لغت پر تحقیق و تصنیف کا اقدام ہے، اس کا حیرت انگیز نمونہ علامہ سید مرتضیٰ بلگرامی (م ۱۲۰۵ھ) کی (جو زبیدی کے نام سے مشہور ہیں) "تاج العروس فی شرح القاموس" ہے جو دس ضخیم جلدوں میں ہے اور باریک مصری ٹائپ کے تقریباً پانچ ہزار صفحات پر مشتمل ہے[1]۔ یہ کتاب عربی لغت کے فن میں ایک مستقل کتب خانہ کی حیثیت رکھتی ہے، اول تو عربی زبان کے لغت پر کسی ہندی عالم کا قلم اٹھانا ہی بڑی علمی جسارت تھی، چہ جائیکہ امام لغت علامہ مجدالدین فیروزآبادی کے مسلّم و مستند عربی قاموس "القاموس المحیط" کی شرح کی تکمیل، اس پر اضافہ، اس کی تصحیح علامہ سید مرتضیٰ بلگرامی کی بلند حوصلگی، علمی تبحّر اور بے نظیر زبان دانی کا ایک کارنامہ ہے مصنف کی زندگی میں اس کتاب نے اتنی عالم گیر شہرت حاصل کر لی تھی کہ سلطانِ ترکی نے اس کا ایک نسخہ نقل کرا کر منگایا، اس کے علاوہ سلطان دارفور اور سلطان مراکش نے بھی ایک ایک نسخہ حاصل کیا، مصر کے مشہور فوجی قائد اور علم دوست رئیس محمد بک ابوالذہب نے بھی ایک نسخہ اپنی مسجد (جو جامع ازہر کے قریب بنائی گئی تھی) کے کتب خانہ کے لئے ایک ہزار ریال صرف کر کے حاصل کیا۔

ان فنی اور ادبی کتابوں کے بعد ایک بڑی تحقیقی کوتاہی اور تاریخی و علمی ناانصافی ہوگی کہ ان دو کتابوں کا ذکر نہ کیا جائے جو بارہویں صدی ہجری کے نصف آخر کے فخرِ ہندوستان بلکہ فخرِ زمانہ حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ (م ۱۱۷۶ھ) کی تصنیف ہیں، یہ دو مجتہدانہ کتابیں حجۃ اللہ البالغہ (جو شریعت اسلامی کی مربوط و مدلّل ترجمانی اور اسرار و مقاصدِ حدیث کی نقاب کشائی اور فرائض و ارکان اسلام

---

[1] حال میں کویت کی طرف سے یہ کتاب کچھ اضافوں اور تحقیق کے ساتھ بیس جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

کے اسرار و حِکَم کی نشان دہی پر مشتمل ہے) اور "ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء" ہے جو نظام خلافت کی ضرورت و افادیت اور خلفائے راشدین کی خلافت کے ثبوت اور ان کے احسانات و کارناموں پر مشتمل ہے اور جس میں اسلام میں خلافت کی حیثیت و مقام سے بحث کی گئی ہے اور خلافت کی جامع و مانع تعریف کی گئی ہے۔

لیکن ہندوستان کی اس انفرادیت اور علوم اسلامیہ اور تصنیف و تحقیق کے دائرہ میں قیادت و عظمت کے باوجود غالباً بُعدِ مکانی اور اختلاف لسانی ہی کی وجہ سے عرب مورخین اور تذکرہ نگاروں نے ہندوستان کے اہل کمال مصنفین و محققین اور خادمین علم و دین کا اپنی تاریخ و سِیَر و تراجم کی کتابوں میں بہت کم ذکر کیا ہے، جس کا ایک نمونہ یہ ہے کہ علامہ شوکانی یمنی نے ہندوستان سے قریب ہوتے ہوئے بھی "البدر الطالع" میں ساتویں صدی سے لے کر بارہویں صدی تک ہندوستانی علماء میں سے صرف ساٹھ کا ذکر کیا ہے، مُحِبّی نے "خلاصۃ الاثر" میں گیارہویں صدی کے علمائے ہند میں سے چودہ کا، مرادی نے "سلک الدرر" میں بارہویں صدی کے صرف سات علماء کا تذکرہ لکھا ہے۔

ضرورت تھی کہ کسی ہندوستانی عالم کے قلم سے عربی میں ہندوستان کے علوم اسلامیہ سے شغف، خدمت اور ان میں امتیاز اور اس سلسلہ میں پیدا ہونے والی نادرۂ روزگار شخصیتوں کا تعارف ہو، اور ان کے علمی، تحقیقی، اصلاحی و تجدیدی اور وطنی خدمات کو سامنے لایا جائے، جس سے عالم اسلامی (عالم عربی کے ساتھ) ناواقف ہے اور اس میں نہ صرف ہندوستان کے اسلامی عہد کی ناشناسی و ناقدری کا اظہار ہوتا ہے بلکہ دین اسلام، دعوت اسلامی اور علوم اسلامیہ کی مردم آفرینی، کیمیاگری، حیات افروزی اور وطن دوستی کی خصوصیت سے بھی ناآشنائی پیدا ہوتی ہے۔

مولانا حکیم سید عبدالحی صاحبؒ نے اسی احساس کے ماتحت اور اسی جذبۂ خدمت سے "نزھۃ الخواطر وبھجۃ المسامع والنواظر"[1] کے نام سے آٹھ جلدوں میں کتاب تصنیف کی، جس میں ساڑھے چار ہزار سے زاید شخصیتوں کے تراجم ہیں، اور جو پہلی صدی ہجری میں ہندوستان آنے والے صحابہ و تابعین، فاتحین و مبلغین کے ذکر سے شروع ہو کر، چودہویں صدی ہجری کے نصف تک کے اعیان

---

[1] اب یہ کتاب "الإعلام بمن فی تاریخ الهند من الإعلام" کے نام سے دار عرفات رائے بریلی کی طرف سے شائع ہوئی ہے جو موضوع کتاب کی زیادہ واضح تعبیر ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

واہل فضل وکمال کے تذکرہ پر مشتمل ہے۔ اس کی تصنیف میں مصنّف نے جن مآخذ سے فائدہ اٹھایا ہے ان کی تعداد تین سو کتابوں سے کم نہیں ہے اور وہ عربی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں ہیں۔

یہ کتاب تحقیقی، مطالعاتی اور معلوماتی حیثیت سے بھی، پھر اپنے توازن واعتدال، تنقید واعتراف، زبان کی سلاست وحلاوت، خصائص وامتیازات کی نشان دہی، حُلیہ واخلاق کی مصوّری، اور سب سے بڑھ کر مورّخانہ غیر جانب داری وبے تعصّبی میں (جہاں تک راقم کے مطالعہ ومعلومات کا تعلق ہے اور جہاں تک ہندوستان بلکہ بیرون ہند تک کے تاریخی تذکروں اور سِیَر وتراجم کی کتابوں کا تعلق ہے) بہت کم اپنی نظیر رکھتی ہے، زبان کی صحت وسلاست کا (جو ایک ایسے ہندوستانی نژاد عالم ومصنف کے لئے بڑی نادر بات ہے جس نے ہندوستان سے باہر قدم نہیں نکالا) یہ ایک بڑا نادر نمونہ اور امتیاز ہے۔

اس کتاب کے اجزا میں اس کی آخری (آٹھویں جلد) کی تصنیف اور بھی نازک کام تھا جو چودھویں صدی ہجری کے مشاہیر اور مصنّف کی معاصر شخصیتوں کے ساتھ مخصوص ہے، ان کے تعارف میں توازن واعتدال، حقیقت نگاری اور اعتراف وتنقید سب بڑے نازک کام تھے، جس کو مصنف نے بڑی کامیابی کے ساتھ انجام دیا، اور اس طرح پوری کتاب ایک شاہدِ عدل اور ایک صادق اللسان اور جریّ القلب ترجمان ومُعرّف کا کام دیتی ہے اور نہ صرف عالم عربی اور عالم اسلامی بلکہ پوری علمی دنیا اور تاریخ وتذکرہ اور مختلف ممالک کی دینی وعلمی وتحقیقی وتصنیفی کارناموں سے ذوق وشغف رکھنے والے حلقوں اور اشخاص کے لیے ایک بڑا تحفہ، مجموعۂ معلومات اور مصوّرِ اشخاص واہل کمال ہے۔

اس موقع پر (کم سے کم عالم اسلامی وعالم عربی میں) تذکرہ نگاری اور سیرت نویسی کے طویل سلسلہ کے علمی ومنصفانہ جائزہ کے اس نتیجہ کا (معذرت کے ساتھ) اظہار کر دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ پورے عالم عَرَبی میں (مراکش سے لے کر یمن تک، جہاں تک راقم سطور کے علم ومطالعہ کا تعلق ہے) کوئی تذکرہ یا تاریخی جائزہ ایسا نہیں ملتا جو پہلی صدی ہجری سے یا اس کے بعد ایک دو صدی سے لے کر مصنف یا تصنیف کے عہد تک کے اعیان اور مختلف طبقات وفنون کی ممتاز شخصیتوں کا تذکرہ ہو، عام طور پر بلکہ کُلّی طور پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں وہ ایک ایک صدی کے مشاہیر اور ممتاز شخصیتوں کے تذکرے وتعارف پر مشتمل ہیں، اس سلسلہ میں علامہ حافظ ابن حجرؒ کی "الدُّرَر

www.abulhasanalinadwi.org

الکامنۃ فی اعیان المائۃ الثامنۃ"(۸)، سخاوی کی" الضوء اللامع فی اعیان القرن التاسع"(۹)، حضرمی کی" النُّورُ السَّافر فی رجال القرن العاشر"(۱۰)، مُحبّی کی" خلاصۃ الأثر فی اعیان القرن الحادی العشر"(۱۱)، مرادی کی" سِلکُ الدُّرَر فی اعیان القرن الثانی عشر"(۱۲) کا نام لیا جاسکتا ہے، یا پھر ایک صدی کے تعین کے بجائے کسی ایک فن یا موضوع کو لیا گیا ہے، مثلاً شعر و ادب، قواعد صرف و نحو، شعر و شاعری، طبّ و معالجہ، فتوحات و شہ سواری وغیرہ، اور ان پر مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں[۱] جن میں اسی میدان کے شہ سواروں اور ماہرینِ فن کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

مولانا سید عبدالحی صاحبؒ کا دوسرا علمی کارنامہ ان کی کتاب" معارف العوارف فی انواع العلوم والمعارف" ہے جو دمشق کی مؤقر علمی اکیڈمی" المجمع العلمی العربی"[۲] کی طرف سے ۱۹۵۸ء میں" الثقافۃ الاسلامیۃ فی الهند" کے نام سے شائع ہوئی اور اس وقت تک اس کے دو ایڈیشن نکلے ہیں، یہ ہندوستان میں علم و تعلیم کی تاریخ اور ہزار سالہ اسلامی عہد کے مصنفین اور تصنیفات کی ڈائرکٹری ہے، وہ اس سلسلہ میں ہندوستان سے متعلق مستند معلومات (جہاں تک تصنیفات و تحقیقات کا تعلق ہے) سب سے زیادہ جامع ماخذ اور ذخیرہ ہے، یہ محض تصنیفات کی کوئی خشک فہرست نہیں ہے، جس میں صرف کتابوں کے نام پر اکتفا کیا گیا ہو، پہلے ہر علم کی تعریف و تاریخ بیان کی گئی ہے اور اس علم کی مستند و مشہور اور معیاری کتابوں کا ذکر کیا گیا ہے پھر اس موضوع پر علمائے ہند کی تصنیفات کا ذکر و جائزہ ہے، شروع میں قدیم نصابِ تعلیم کا مکمل نقشہ پیش کیا گیا ہے اور اس کی عہد بعہد تبدیلیوں اور ان کے محرکات و اسباب کی نشان دہی کی گئی ہے تنہا یہی ایک مستقل علمی کارنامہ اور تاریخی تحقیق (RESEARCH) کا شاندار نمونہ ہے، شرقِ اوسط اور عالم اسلام میں ہندوستان کو اس حیثیت سے متعارف اور مسلمانوں کی علمی و دینی خدمات سے واقف

---

[۱] کسی خاص موضوع یا میدان سے مخصوص کتابوں کے سلسلہ میں علامہ محمود حسن خاں ٹونکیؒ کی جلیل القدر کتاب" مُعجَم المُصنّفین" کا تذکرہ بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کتاب ساٹھ جلدوں میں ہے، چالیس ہزار مصنفین کا ذکر ہے، صفحات کی مجموعی تعداد بیس ہزار ہے صرف چار اجزا بیروت میں طبع ہوئے۔

[۲] اب اس کا نام مجمع اللغۃ العربیۃ ہو گیا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

کرنے کا اس سے بہتر ذریعہ نہیں[1]

مصنف کی تیسری محققانہ کتاب عربی میں "جنۃ المشرق ومطلع النور المشرق" جو ہزار دو صفحات کا نچوڑ اور مصنف کے عمر بھر کے مطالعہ کا خلاصہ ہے، یہ ہندوستان کے اسلامی عہد کا ایک چھوٹا سا دائرۃ المعارف (انسائیکلو پیڈیا) ہے، جس سے اس ملک کے اسلامی عہد کی پوری تصویر ابھر کر سامنے آجاتی ہے اور مسلمان سلاطین اہل کمال و ماہرین فن کے تمدنی، تعمیری اور انتظامی کارنامے بیک نظر سامنے آجاتے ہیں، ملک کا جغرافیہ، اس کی پیداوار اور حاصلات، موسم، سکّے، تقریبات و رسوم، مسلمان سلاطین کے زمانہ کا نظم و نسق اور آئین و قانون، ان کے رفاہ عام کے کام اور اس ملک کی آراستگی و شائستگی میں ان کا حصّہ سامنے آجاتا ہے، یہ ان تاریخوں کے سلسلہ کی ایک اہم کڑی ہے جو مختلف ملکوں میں خُطَطْ کے نام سے لکھی گئی ہیں، جن میں مقریزی کی "خُطَطِ مصر" اور کرد علی کی "خُطَطُ الشّام" مشہور ہے، یہ کتاب دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد کی طرف سے "الھندُ فی العھدِ الاسلامی" کے نام سے شائع ہوئی، اس کا اردو ترجمہ "ہندوستان اسلامی عہد میں" کے نام سے "مجلس تحقیقات و نشریاتِ اسلام" لکھنؤ کی طرف سے شائع ہوا۔

آخر میں ہم ان کی اردو تصنیفات میں سے "تذکرہ شعرائے اردو" کے موضوع پر ان کی معرکۃ الآرا تصنیف "گُلِ رعنا" اور تاریخ گجرات پر ان کی بیش قیمت کتاب "یادِ ایّام" کا حوالہ دے کر ان کے تصنیفی و تحقیقی کارناموں کا تذکرہ ختم کرتے ہیں کہ سب اردو داں اصحاب اور شائقین علم و تحقیق ان دونوں کتابوں کا مطالعہ کر سکتے ہیں اور ان کے علمی و تصنیفی امتیازات اور نقد و تحقیق سے واقفیت پیدا کر سکتے ہیں[2]

اس حقیقت پسندانہ اور غیر جانب دارانہ تاریخی جائزہ اور مولانا حکیم سید عبدالحی صاحب رحؒ کی تنہا اپنی محنت اور مطالعہ سے اور اپنے علمی شغف و ذوق اور دین و وطن کی خدمت کے جذبہ سے کتابوں کی تعداد کے لحاظ سے "کم قامت[3]" لیکن "بیش قیمت" کتب خانہ کو وجود میں لے آنے کے کارنامہ

---

[1] کتاب کا اردو ترجمہ مولانا ابوالعرفان صاحب ندوی مرحوم کے قلم سے "اسلامی علوم و فنون ہندوستان میں" کے نام سے دار المصنفین اعظم گڑھ سے ۱۹۶۹ء میں شائع ہوا۔

[2] اس کے لیے "حیاتِ عبدالحیؒ" ص ۳۰۶ سے ۳۳۷ کا مطالعہ مفید ہوگا۔

[3] کتابوں کے موضوع کے تنوّع اور ان کے مجموعی صفحات کی تعداد کے لحاظ سے ان کو کم قامت بھی نہیں کہا جا سکتا۔

www.abulhasanalinadwi.org

پر اور اس حقیقت کو سامنے رکھتے ہوئے کہ ان کا کوئی معاون اور شریک کار نہیں تھا اور انھوں نے صرف ۵۴ سال کی عمر پائی جس میں مطب کی مشغولیت بھی تھی اور ندوۃ العلماء جیسے عظیم و وسیع مجلس وادارہ کی نظامت کی ذمہ داریاں بھی، یہ عظیم کام انجام دیا، ایک نکتہ شناس کا یہ مقولہ ان پر صادق آتا ہے کہ "جو کام یورپ میں "اکیڈمی" کرتی ہے مشرق و ایشیا میں بعض اوقات "ایک آدمی" کر لیتا ہے۔"

ان معلومات و حقائق کو سامنے رکھتے ہوئے اور مرحوم کی عظیم و وسیع تصنیفات کا جائزہ لیتے ہوئے، جن سے نہ صرف ایک ملّت اور آبادی کے ایک عنصر کا کارنامہ سامنے آتا ہے اور اس کی صلاحیتِ کار، محنت اور ذوقِ علمی پر روشنی پڑتی ہے، ہندوستان کا نام بھی علمی دنیا میں روشن ہوتا ہے اور بڑی حد تک اس کی مردم خیزی، کسی عنصر کے لیے بھی اظہار حال و کمال کی کوشش کی آزادی اور علمی و تحقیقی فضا کی موجودگی اور اس کے وسائل کی فراوانی پر بھی روشنی پڑتی ہے، جو کسی آزاد و باعزّت ملک کے لیے بڑے فخر و شکر کی بات ہے، اس لیے ایسی علمی مجالس اور مذاکرۂ علمی کی تقریبات کا منعقد ہونا اور اس میں ملک کے (بلا اختلاف مذہب و ملت) فضلاء و اہل ذوق کی شرکت، ہر طرح سے قرینِ قیاس بلکہ ایک علمی، ادبی، تحقیقی، وسیع النظری اور وسیع القلبی کا مظاہرہ ہے، اس لیے راقم سطور (جس کو مولانا مرحوم سے نسبی و خاندانی تعلق بھی ہے اور مطالعہ و استفادہ کا رشتہ بھی) اس سیمینار کی دعوت دینے والوں، منعقد کرنے والوں اور ملک کے ان قدر شناسوں اور حقیقت بینوں کی شرکت، تعاون اور قدر افزائی کا اعتراف بھی کرتا ہے اور شکریہ بھی ادا کرتا ہے۔